# امام طحاویؒ کانقدروایات۔۔۔۔۔۔۔کااسلوب

Style of the Criticism of the Traditions by Imam Tahavi

**محمدوارث علی:** اسسٹنٹ پروفیسر شعبہ علوم اسلامیہ لاہور گیریژن یونیورسٹی،لاہور
**ڈاکٹرسعیداحمدسعیدی:** اسسٹنٹ پروفیسر شعبہ علوم اسلامیہ پنجاب یونیورسٹی،لاہور

**Abstract**
Imam Abu Jafar Ṭaḥāwī was a great traditionist and scholar of Fiqh because he made a great contribution in both Hadith and fiqh. In this article his method of criticism has been discussed with examples from his book Sharaḥ M'āni al-Athār. It is a reality that there are different principles to understand the source of hadith. So, if a scholar does not have proper knowledge about it he will not be able to solve the matters positively. Imam Ṭaḥāwī used different methods to identify the reasons of not accepting the traditions. He identified and stated different points to judge whether it is up to the mark or not. If a tradition is against the reality of daily routine or fact Imam Ṭaḥāwī object it and do not give it the weight to be observed. Similarly, if the tradition has some ambiguity in its chain, he rejects it and adopts the alternate. Sometimes, imam Ṭaḥāwī explain and determine the meaning of text to resolve the problem regarding contradictory situation.
**Keywords:** Hadith, Jurisprudence, Criticism, Imam Ṭaḥāwi.

امام طحاوی رحمہ اللہ(۲۳۹ھ تا۳۲۱ھ) چوتھی صدی ہجری کے ایسے اسلامی سکالر ہیں جو حدیث کے ساتھ ساتھ فقہ کے بھی ماہر تھے اور وہ مجتہد کے درجہ پر بھی فائز تھے حدیث کے میدان میں انکی خدمات نمایاں ہیں اس کے ساتھ ساتھ حدیث کی فنی حیثیت پر بھی انہوں نے قابل قدر کام کیا۔اس مقالہ میں امام طحاوی کے نقد روایات کے اسلوب کو مثالوں کے ساتھ بیان کیا گیا ہے کیونکہ احادیث کے اصولوں کی مہارت اور معرفت ایک مجتہد کے لئے ضروری ہے امام طحاوی رحمہ اللہ روایات کا تجزیہ کرتے ہوئے متضاد روایات کے تضاد کو دور کرتے ہوئے جن روایات پر تنقید کرتے ہوئے ان کو مرجوح یا ناقابل عمل قرار دیتے ہیں اور ان پر جن حوالوں سے نقد کرتے ہیں ان میں سے چند درج ذیل ہیں۔

## نص کا ظاہری مفہوم عام مشاہدے کے خلاف

حضرت عبد الرحمن بن ابو بکرہ اپنے والد سے روایت کرتے ہیں نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا۔ شَهْرَا عِيدٍ ، لَا يَنْقُصَانِ ، رَمَضَانُ وَذُو الْحِجَّة ([1])عید کے دومہینے یعنی رمضان المبارک اور ذوالحج کم نہیں ہوتے۔اس حدیث سے مراد کیا ہے؟اہل علم کا اس بارے میں اختلاف ہے امام ابو جعفر طحاوی فرماتے ہیں بعض اہل علم کے نزدیک اس کا مطلب یہ ہے کہ ایسا نہیں ہوتا کہ ایک ہی سال میں یہ دونوں مہینے اکٹھے کم ہوں البتہ ان میں سے کوئی ایک کم ہو سکتا ہے۔امام ابو جعفر فرماتے ہیں کہ یہ بات عام مشاہدے کے خلاف ہے کیونکہ یہ اتفاق پیش آجاتا ہے کہ ایک ہی سال میں یہ دونوں مہینے 29,29 دن کے ہوں۔

مذکورہ بالا تاویل اس روایت کی بھی مخالف ہے جس سے یہ بات ثابت ہوتی ہے کہ ہر مہینے میں کمی بیشی ہو سکتی ہے یعنی وہ 29 دن کا بھی ہو سکتا ہے اور 30 دن کا بھی ہو سکتا ہے۔([2])اب سوال یہ ہے کہ پیغمبر اکرم ﷺ کے فرامین میں کوئی خلاف واقعہ اور خلاف حقیقت بات ممکن نہیں ہے۔ پھر حضرت عبد الرحمن بن ابو بکرہ کی نقل کردہ روایت کی تاویل کیا ہو گی؟امام طحاوی فرماتے ہیں یہاں کمی سے مراد گنتی میں کمی نہیں ہے بلکہ اس کا مطلب یہ ہے کہ جو خصوصیت ان دونوں مہینوں کو حاصل ہے وہ دوسرے مہینوں کو حاصل نہیں ہے۔یہ 29 دن کے ہوں اور دوسرا مہینہ 30 دن کا ہو یہ پھر بھی فضیلت رکھتے ہیں کیونکہ ان میں سے ایک مہینہ روزوں کے ساتھ مخصوص ہے اور دوسرا حج کا مہینہ ہے۔([3])

اس باب میں امام ابو جعفر طحاوی نبی اکرم ﷺ سے منقول فرمان کا اس حیثیت سے جائزہ لیتے ہیں کہ اس حکم سے ظاہر ہونے والا معنی دیگر احادیث اور عام مشاہدے دونوں کے خلاف ہے لہذا اس کے معنی میں تاویل کرنا لازم ہے۔یہاں یہ بات واضح ہو جاتی ہے کہ امام طحاوی کے نزدیک جو روایت عام مشاہدے اور تجربے کی مخالف ہو اس سے استدلال کرنا درست نہیں ہے۔البتہ جہاں تک ممکن ہو اس کی تاویل کی جائے گی۔

اس باب میں امام طحاوی تین اعتبار سے اپنی تنقیدات پیش کرتے ہیں۔

1۔نص کا ظاہری مفہوم عام مشاہدے کے خلاف ہے ۔

2۔یہ نص دیگر نصوص کے خلاف ہے اور وہ دیگر نصوص عام مشاہدے کی مخالف نہیں ہیں۔

3۔حدیث کے الفاظ دلالت مطابقی کی بجائے دلالت تضمنی کا احتمال رکھتے ہیں۔کیونکہ دلالت مطابقی سے

پیدا ہونے والا مفہوم روایت و درایت کے خلاف ہے۔ جبکہ دلالت تضمنی سے ظاہر ہونے والا مفہوم روایت ودرایت کے عین مطابق ہے۔

## خبر واحد کا خبر متواتر کے مقابلے میں ترک کرنا

حضرت عطاءؒ روایت کرتے ہیں أَخْبَرَنِي أُسَامَةُ بْنُ زَيْدٍ: أَنَّ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَمَّا دَخَلَ الْبَيْتَ , دَعَا فِي نَوَاحِيهِ كُلِّهَا , وَلَمْ يُصَلِّ فِيهِ شَيْئًا حَتَّى خَرَجَ , فَلَمَّا خَرَجَ صَلَّى رَكْعَتَيْنِ وَقَالَ:هَذِهِ الْقِبْلَة (4) حضرت اسامہ بن زید رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ جب نبی کریم ﷺ خانہ کعبہ میں داخل ہوئے تو آپ نے اس کے تمام کونوں میں دعا مانگی تاہم اس میں نماز نہیں پڑھی پھر جب آپ باہر تشریف لے آئے تو آپ نے باہر کھڑے ہو کر دو رکعت نماز ادا کی اور فرمایا یہ قبلہ ہے۔

امام ابو جعفر طحاوی فرماتے ہیں نبی کریم ﷺ کا یہ فرمانا کہ "هَذِهِ الْقِبْلَة "کئی معانی کا احتمال رکھتا ہے۔

۱۔ایک تو یہ کہ اسکی طرف رخ کر کے نماز پڑھی جائے گی اس کے اندر نماز نہیں پڑھ سکتے۔

۲۔ دوسرا احتمال یہ ہے کہ شاید آپ مسلمانوں کو اللہ تعالی کے اس حکم کی تعلیم دینا چاہ رہے تھے (وَاتَّخِذُوا مِنْ مَقَامِ إِبْرَاهِيمَ مُصَلًّى) (5) اور تم مقام ابراھیم کو نماز کی جگہ بنالو۔آپ ﷺ کا مقصد یہ تھا کہ جب تم مقام ابراھیم پر کھڑے ہو کر نماز پڑھو تو خانہ کعبہ کی طرف منہ کرو کیونکہ یہ قبلہ ہے۔

پھر یہ بات بھی پیش نظر رہے کہ بالفرض اگر نبی کریم ﷺ نے خانہ کعبہ میں نماز نہیں ادا کی تو بھی اس سے یہ بات ثابت نہیں ہوتی کہ خانہ کعبہ میں نماز پڑھنا سرے سے جائز ہی نہیں ہے۔چہ جائیکہ متواتر روایات سے یہ بات ثابت ہے کہ آپ ﷺ نے خانہ کعبہ میں نماز ادا فرمائی تھی جیسا کہ حضرت عبداللہ بن عمرؓ حضرت بلالؓ سے روایت کرتے ہیں۔عَنِ ابْنِ عُمَرَ، عَنْ بِلَالٍ،أَنَّ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ صَلَّى فِي الْكَعْبَة (6) حضرت عبداللہ بن عمرؓ حضرت بلالؓ سے روایت کرتے ہیں کہ نبی پاک ﷺ نے کعبہ شریف میں نماز ادا فرمائی۔اور اس کے علاوہ ایک روایت حضرت اسامہ بن زید سے بھی منقول ہے۔(7)

امام ابو جعفر طحاوی اس باب میں منقول نص پر درج ذیل اعتبار سے نقد پیش کرتے ہیں۔

۱۔ آپ ﷺ کے عدم عمل سے کسی چیز کی حرمت ثابت نہیں ہوتی۔

۲۔ حرمت کی مؤید روایت کے راوی سے حلت کی مؤید روایت بھی منقول ہے۔اس لیے اضطراب کے باعث یہ روایت ساقط الاعتبار

شمار ہو گی۔اس بارے میں ان روایات پر اعتبار کیا جائیگا جو اضطراب سے خالی ہیں۔

۳۔ حرمت کی مؤید روایت خبر واحد ہے جبکہ اس کی مخالف روایات تواتر سے ثابت ہیں۔پس متواتر روایات کی موجودگی میں خبر واحد سے استدلال نہیں کیا جاسکتا۔

۴۔ آپ ﷺ کا فرمان هَذِهِ الْقِبْلَة دو معنی کا احتمال رکھتا ہے۔

۵۔ خانہ کعبہ میں نماز پڑھنے کے جواز کی موید روایات کو قیاس کی تائید حاصل ہے۔([8])

## راوی کا فتویٰ مروی نص کے خلاف ہونا

شرعی اعتبار سے جو شخص احرام باندھ چکا ہو اس کے لیے شکار کا گوشت کھانا جائز نہیں ہے۔ لیکن کوئی ایسا شخص جو محرم نہ ہو اور اس نے کسی محرم کی مدد، حکم یا اشارے کے بغیر شکار کیا ہو تو یہ شکار کھانا محرم کے لیے جائز ہے یا نہیں؟ اہل علم کا ایک گروہ اس بات کا قائل ہے کہ محرم شخص مطلقا شکار کا گوشت نہیں کھا سکتا۔ یہ حضرت علی المرتضیٰ، امیر المومنین سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنھا اور حضرت عبداللہ ابن عباس رضی اللہ عنھما سے منقول روایات سے استدلال کرتے ہیں جن میں یہ بات مذکور ہے کہ أَنَّ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أُهْدِيَ لَهُ وَشِيقَةُ ظَبْيٍ وَهُوَ مُحْرِمٌ , فَرَدَّهُ ([9]) نبی اکرم ﷺ کی خدمت میں شکار کا گوشت پیش کیا گیا آپ ﷺ اس وقت حالت احرام میں تھے آپ نے شکار کا وہ گوشت تناول نہیں فرمایا۔

امام ابو جعفر طحاوی ان احادیث پر نقد کرتے ہوئے تحریر فرماتے ہیں ان تمام روایات میں کہیں یہ بات مذکور نہیں ہے کہ نبی اکرم ﷺ کے گوشت تناول نہ فرمانے کی علت کیا تھی؟ کیونکہ ان روایات میں علت بیان نہیں کی گئی لہذا ان سے استدلال درست نہیں ہوگا۔ خصوصاً اس صورت میں جبکہ راوی حدیث، جو فقاہت میں بھی بلند پایہ رکھتا ہو، کا اپنا فتویٰ اس کی بیان کردہ روایت کے خلاف ہو۔ جیسا

کہ ام المومنین سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنھا سے غیر محرم کا شکار شدہ اور ذبح کردہ جانور، محرم کے کھانے کی بابت دریافت کیا گیا تو آپ نے جواب دیا اس میں کوئی حرج نہیں (10)

اہل علم کا ایک اور گروہ اس بات کا قائل ہے کہ اگر کسی دوسرے شخص نے محرم کے لیے شکار کیا تو اس کا وہی حکم ہو گا جو خود محرم کے شکار کا ہے۔ اور اس کا کھانا قطعی طور پر حرام ہے۔ یہ حضرات، حضرت جابر بن عبداللہ سے مروی اس حدیث سے استدلال کرتے ہیں کہ نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا ۔عَنْ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: " لَحْمُ الصَّيْدِ حَلَالٌ لَكُمْ , وَأَنْتُمْ حُرُمٌ , مَا لَمْ تَصِيدُوهُ أَوْ يُصَدْ لَكُم (11)حالت احرام میں تمھارے لیے شکار کا گوشت حلال ہے بشرطیکہ نہ تم خود اسے شکار کرو اور نہ تمہارے لیے شکار کیا جائے۔ یہ حدیث ان حضرات کے موقف کی تردید کرتی ہے جن کے نزدیک محرم شخص مطلقا شکار کا گوشت نہیں کھا سکتا تاہم امام ابو جعفر طحاوی خود اس بات کے قائل نہیں ہیں کہ اگر کوئی شخص محرم کو کھانا کھلانے کے لیے شکار کرے تو اس شکار کا گوشت کھانا محرم کے لیے مطلقا حرام ہو گا۔ کیونکہ آپ کے نزدیک شکار کا گوشت حرام ہونے کے لیے شرط یہ ہے کہ یا تو محرم نے خود شکار کیا ہو یا شکار کا حکم دیا ہو یا شکار کرنے میں مدد دی ہو یا شکار کی طرف اشارہ کیا ہو۔ اگر کوئی شخص ان چاروں صورتوں کے علاوہ محض اپنی مرضی سے شکار کر کے اسکا گوشت محرم کے سامنے پیش کر دیتا ہے تو محرم کے لیے اسے کھانا جائز ہے۔

امام طحاوی حضرت جابر بن عبداللہ سے مروی روایت کا جواب یوں دیتے ہیں۔ حدیث کے الفاظ یہ ہیں۔ لمْ تَصِيدُوهُ أَوْ يُصَدْ لَكُم (12)نہ تم خود شکار کرو اور نہ تمھارے لیے شکار کیا جائے۔ اس روایت میں يُصَدْ لَكُم میں کئی معانی کا احتمال پایا جاتا ہے ایک یہ کہ تمہارے لیے سے مراد تمہیں پیش کرنے کے لیے ہو جبکہ دوسرا احتمال یہ ہے کہ تمہارے سے مراد تمہارے حکم سے ہو۔ اگر آپ پہلے معنی مراد لیں گے تو یہ ان تمام روایات کے خلاف ہو گا۔ جن سے یہ بات ثابت ہوتی ہے کہ اگر غیر محرم محرم کے لیے اس کے حکم، مدد یا اشارے کے بغیر شکار کرے تو یہ شکار محرم کے لیے جائز ہے۔ اس کے بعد امام طحاوی اس بات کی تائید میں چند روایات نقل کرتے ہیں اور انکی کثیر اسناد ذکر کرتے ہیں مختصر یہ کہ امام طحاوی اس باب میں منقول روایات پر پانچ اعتبارات سے نقد کرتے ہیں۔

۱۔ حرمت کا اثبات کرنے والی روایات میں حرمت کی علت مفقود ہے۔
۲۔ حرمت کا اثبات کرنے والی روایات میں سے بعض کے راوی اصحاب کا اپنا فتوی ان کی نقل کردہ روایت کے خلاف ہے اور یہ ایک طے شدہ حقیقت ہے کہ کوئی بھی صحابی نبی اکرم ﷺ کے صریح فرمان کے خلاف فتوی دے۔
۳۔ اس بارے میں منقول روایات میں اضطراب پایا جاتا ہے کیونکہ مختلف راویوں نے آپ ﷺ کی خدمت میں پیش کئے جانے والے گوشت کی وضاحت مختلف الفاظ اور مختلف اعتبارات سے کی ہے۔
یہ روایت اس صریح روایت کے خلاف ہے جس میں نبی اکرم ﷺ نے اس کے علاوہ بقیہ تمام طرح کا شکار شدہ گوشت محرم کے لئے جائز قرار دیا ہے جو کہ حضرت جابر بن عبداللہ کی روایت میں منقول ہے۔
۵۔ اس بارے میں حضرت جابر کی روایت دو معانی کا احتمال رکھتی ہے جن میں سے ایک معنی امام ابو جعفر اور فقہا احناف کے مسلک کی تائید کرتا ہے۔ جبکہ دوسرا معنی امام ابو جعفر کے مسلک کے خلاف ہے لیکن اس دوسرے معنی کو مراد لینے میں قباحت یہ ہے کہ اس صورت میں یہ ان صریح روایات کے خلاف ہوگا جن سے یہ بات ثابت ہوتی ہے کہ اگر محرم کے حکم، مدد یا اشارے کے بغیر شکار کیا گیا ہو تو اگرچہ وہ محرم کو کھلانے کی نیت سے کیا گیا ہو تو بھی محرم کے لئے اسے کھانا جائز ہے۔ جیسا کہ حضرت ابو قتادہ الانصاری رضی اللہ عنہ کی روایت کردہ احادیث سے ثابت ہے۔

## نص کے معنی کی تعیین

بعض اہل علم اس بات کے قائل ہیں کہ جو شخص وقوف عرفات سے پہلے طواف کرلے اور وہ ھدی (قربانی کا جانور) بھی نہ لے گیا ہو تو وہ حالت احرام سے نکل سکتا ہے۔ یہ حضرات حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ کے قول۔ لَا يَطُوفُ أَحَدٌ بِالْبَيْتِ حَاجٌّ وَلَا غَيْرُهُ إِلَّا حَلَّ بِهِ (13) جو شخص حج وغیرہ میں بیت اللہ شریف کا طواف کرتا ہے وہ اس کے ساتھ احرام سے نکل جاتا ہے۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ ارشاد باری تعالیٰ ثُمَّ مَحِلُّهَا إِلَى الْبَيْتِ الْعَتِيقِ (14) سے استدلال کرتے تھے کہ حج کرنے والا بیت اللہ (کے طواف) میں حالت احرام میں ہے۔ دوسری طرف اہل علم کی ایک بہت بڑی جماعت اس کے خلاف موقف رکھتی ہے۔ ان کا کہنا ہے کہ جب تک حج کرنے والا حج کے تمام افعال واعمال مکمل نہ کرلے اس وقت تک وہ احرام سے نہیں نکل سکتا۔

امام طحاوی پہلے گروہ کے دلائل پر نقد کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ **ثُمَّ مَحِلُّهَا إِلَى الْبَيْتِ الْعَتِيقِ** میں قربانی کے جانور کا ذکر ہے نا کہ حج کرنے والے کا اور بیت العتیق سے مراد سارا حرم ہے اس لئے اس آیت سے یہ استدلال کرنا درست نہیں ہے۔ جہاں تک جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہ سے مروی اس حدیث کا تعلق ہے جس میں صحابہ کرام کو احرام کھولنے کا حکم دیا گیا تو یہ بات ان صحابہ کرام کے ساتھ اس موقع پر خاص تھی کیونکہ اس سے قبل حج کے وقت عمرہ کرنا گناہ متصور ہوتا تھا پھر اس بات کی اجازت دی گئی۔ جن کے پاس ھدی نہ تھی انہیں یہ کہا گیا کہ وہ حج کے احرام کو عمرہ کے احرام میں بدل دیں اور حج کا احرام سے بدلنا صرف اس ایک موقع کے ساتھ خاص ہوگا۔ جیسا کہ حضرت ابو ذر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں لَا وَالَّذِي لَا إِلَهَ غَيْرُهُ , مَا كَانَ لِأَحَدٍ أَنْ يُهِلَّ بِحَجَّةٍ ثُمَّ يَفْسَخَهَا بِعُمْرَةٍ إِلَّا الرَّكْبُ الَّذِينَ كَانُوا مَعَ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّم(15)

اس ذات کی قسم جس کے سوا کوئی عبادت کے لائق نہیں کسی شخص کے لئے جائز نہیں کہ وہ حج کا احرام باندھے پھر اسے فسخ کر کے عمرہ میں بدل دے سوائے ان لوگوں کے جو سرکار دو عالم ﷺ کے ساتھ حج کرنے کے لئے گئے تھے۔ اور صحابہ کے دریافت کرنے پر نبی اکرم ﷺ نے بھی واضح فرمادیا کہ یہ تمھارے ساتھ خاص ہے۔

امام طحاوی یہاں درج ذیل اعتبارات سے نقد کرتے ہیں۔

1۔ نص کے معنی کے اعتبار سے نقد کرتے ہیں کہ اس کا محل ہی مختلف ہے

2۔ نص کے اپنے مورد کی تعیین پر بند ہونے کے حوالے سے۔

## نص کے معنی کی تعیین کی ایک اور مثال

کچھ اہل علم اس بات کے قائل ہیں کہ نصف شعبان کے بعد روزہ رکھنا مکروہ ہے اور دلیل کے طور پر نبی اکرم ﷺ کا ارشاد پیش کرتے ہیں کہ نبی مکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا۔ لَا صَوْمَ بَعْدَ النِّصْفِ مِنْ شَعْبَانَ حَتَّى رَمَضَانَ (16) حضرت ابو ھریرہ سے مروی ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا نصف شعبان سے رمضان تک روزہ نہیں رکھنا چاہیے۔ امام ابو جعفر طحاوی اس نص کے مفہوم کے حوالے سے نقد پیش کرتے ہیں کہ اگر اس سے مطلقا یہ مراد لیا جائے کہ ان ایام میں روزہ رکھنا درست نہیں تو یہ بات دیگر صحیح احادیث اور عمل نبوی ﷺ کے خلاف ہے کیونکہ حضرت ام سلمہ رضی اللہ

عنہا فرماتی ہیں۔ مَا رَأَيْتُ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ صَامَ شَهْرَيْنِ مُتَتَابِعَيْنِ إِلَّا شَعْبَانَ وَرَمَضَانَ ([17])میں نے رسول اکرم ﷺ کو شعبان اور رمضان کے علاوہ دو مہینے مسلسل روزے رکھتے نہیں دیکھا۔ اسی طرح جب حضرت ثابت رضی اللہ عنہ نے رسول مکرم ﷺ سے شعبان کے روزے کثرت سے رکھنے کی بابت دریافت کیا تو آپ نے فرمایا۔ هُوَ شَهْرٌ يَغْفُلُ النَّاسُ عَنْهُ , بَيْنَ رَجَبٍ وَرَمَضَانَ , وَهُوَ شَهْرٌ يُرْفَعُ فِيهِ الْأَعْمَالُ إِلَى رَبِّ الْعَالَمِينَ , فَأُحِبُّ أَنْ يُرْفَعَ عَمَلِي وَأَنَا صَائِمٌ ([18])وہ ایسا مہینہ ہے جس سے لوگ غافل ہیں یہ رجب اور رمضان کے درمیان ہے یہ وہ مہینہ ہے جس میں اعمال بارگاہ خداوندی میں اٹھائے جاتے ہیں، میں چاہتا ہوں کہ میرے اعمال روزے کی حالت میں اٹھائے جائیں۔

ان قولی اور فعلی احادیث سے ثابت ہوتا ہے کہ حضور نبی مکرم ﷺ شعبان میں روزے رکھا کرتے تھے اور مہینہ کے اکثر دن تب ہونگے جب نصف شعبان کے بعد بھی روزے رکھے جائیں۔اس لئے حضرت ابو ھریرہ رضی اللہ عنہ کی روایت کردہ حدیث کا مفہوم یہ ہوگا کہ أَنَّ النَّهْيَ الَّذِي كَانَ مِنْ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي حَدِيثِ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ الَّذِي ذَكَرْنَاهُ فِي أَوَّلِ هَذَا الْبَابِ لَمْ يَكُنْ إِلَّا عَلَى الْإِشْفَاقِ مِنْهُ عَلَى صُوَّامِ رَمَضَانَ لَا لِمَعْنًى غَيْرِ ذَلِكَ ([19])کہ جس نہی کا ذکر ابو ھریرہ کی روایت میں ہے جس کا ذکر اس باب کے آغاز میں ہوا اس کا مقصد یہ ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے رمضان المبارک کا روزہ رکھنے والوں پر (کمزوری کا) ڈر محسوس کیا کسی اور وجہ سے ایسا نہیں فرمایا۔

اس سے معلوم ہوا کہ امام ابو جعفر طحاوی رحمہ اللہ بعض اوقات نصوص پر اس حیثیت سے بھی نقد کرتے ہیں کہ اس نص سے مخالف نے جو مفہوم لیا ہے وہ درست نہیں کیونکہ وہ دیگر نصوص کے خلاف ہے یعنی مفہوم کی تعیین کے حوالے سے بھی آپ نقد وارد کرتے ہیں جیسا کہ مذکورہ بالا روایت سے واضح ہوا۔

## الفاظ نصوص میں مختلف احتمالات

حالت احرام میں سلا ہوا کپڑا یا سونا پہننا ممنوع ہے[20] لیکن بالفرض اگر کسی شخص کو ان سلا کپڑا نہیں ملتا اور وہ سلا ہوا کپڑا (مجبوری کے تحت) پہن لیتا ہے تو کیا اس پر کوئی کفارہ لازم ہوگا یا نہیں؟ اہل علم کا ایک گروہ اس بات کا قائل ہے کہ ایسے شخص پر کوئی کفارہ لازم نہیں ہوگا یہ حضرات حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے منقول روایت سے استدلال کرتے ہیں کہ نبی اکرم ﷺ نے میدان عرفات میں ارشاد فرمایا تھا۔ مَنْ لَمْ يَجِدْ إِزَارًا لَبِسَ سَرَاوِيلًا وَمَنْ لَمْ يَجِدْ نَعْلَيْنِ لَبِسَ خُفَّيْنِ [21] جو شخص چادر نہ پائے وہ شلوار پہن لے اور جس کے پاس جوتا نہ وہ موزے استعمال کرلے۔ امام ابو جعفر طحاوی رضی اللہ عنہ کا موقف اس کے خلاف ہے آپ فرماتے ہیں یہ ایک عام حکم ہے کہ حالت احرام کے دوران جو شخص سلا ہوا کپڑا پہن لیتا ہے اس پر کفارہ کی ادائیگی لازم ہے اور مذکورہ بالا حدیث میں اس امر کی صراحت موجود نہیں ہے کہ اس شخص کے ذمے سے کفارہ ساقط ہو جاتا ہے کیونکہ یہ بات ممکن ہے کہ اضطراری حالت کے باعث اس شخص کو گناہ نہ ہو لیکن کفارے کی ادائیگی اس کے ذمے لازم ہو مزید برآں اس حدیث میں اس بات کا احتمال بھی موجود ہے کہ ان سلے کپڑے کی عدم موجودگی میں وہ شلوار کو پھاڑ کر اس کی سلائی ادھیڑ کر اسے پہنے۔

حضرت عبد اللہ بن عمر سے مروی ایک روایت ہے جس سے اس احتمال کی تائید ہوتی ہے جیسا کہ فرمان نبوی ﷺ ہے۔ لَا تَلْبَسُوا السَّرَاوِيلَاتِ وَلَا الْعَمَائِمَ وَلَا الْبَرَانِسَ وَلَا الْخِفَافَ إِلَّا أَنْ يَكُونَ أَحَدٌ لَيْسَتْ لَهُ نَعْلَانِ فَلْيَلْبَسْ خُفَّيْنِ أَسْفَلَ مِنَ الْكَعْبَيْنِ [22] شلواریں، دستاریں، برساتی، کوٹ اور موزے نہ پہنو مگر یہ کہ کسی کے پاس موزے نہ ہوں تو ایسے موزے پہن لے جو ٹخنوں سے نیچے ہوں

امام طحاوی اس نص پر درج ذیل طریقوں سے نقد کرتے ہیں

1۔ الفاظ نصوص میں مختلف احتمالات کا تعین

2۔ کسی ایک احتمال کو مختلف دیگر احتمالات میں سے کسی اور نص کے ذریعے ترجیح۔

3۔ کفارے اور گناہ کے احکام میں فرق۔

4۔ نصوص کے معنی کے تعین میں دیگر نصوص سے استمداد۔

## نص کے راویوں کا ثقہ اور غیر ثقہ ہونا

محققین کا اس بات میں اختلاف ہے کہ آیا محرم حالت احرام میں نکاح کر سکتا ہے یا نہیں؟ایک گروہ کے نزدیک محرم کا حالت احرام میں نکاح کرنا درست نہیں ہے۔ یہ حضرات اپنے موقف کی تائید میں حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ کی روایت کردہ حدیث پیش کرتے ہیں۔ قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّم لَا يَنْكِحُ الْمُحْرِمُ , وَلَا يُنْكِحُ، وَلَا يَخْطُبُ۔ (23) نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا محرم نہ خود نکاح کرے اور نہ نکاح کر کے دے اور نہ پیغام نکاح دے۔ دوسرے گروہ کا کہنا کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ نے روایت کیا ہے کہ أَنَّ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ تَزَوَّجَ مَيْمُونَةَ بِنْتَ الْحَارِثِ,وَهُوَ مُحْرِمٌ (24) رسول اللہ ﷺ نے حضرت میمونہ بنت حارث سے حالت احرام میں نکاح فرمایا۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں تَزَوَّجَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بَعْضَ نِسَائِهِ وَهُوَ مُحْرِمٌ (25) نبی اکرم ﷺ نے اپنی بعض ازواج مطہرات سے حالت احرام میں نکاح فرمایا۔

امام طحاوی ان روایات کو ذکر کرنے کے بعد ان پر نقد و تبصرہ کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ وَأَمَّا حَدِيثُ عُثْمَانَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ , فَإِنَّمَا رَوَاهُ نُبَيْهُ بْنُ وَهْبٍ , وَلَيْسَ كَعَمْرِو بْنِ دِينَارٍ , وَلَا كَجَابِرِ بْنِ زَيْدٍ , وَلَا كَمَنْ رَوَى مَا يُوَافِقُ ذَلِكَ , عَنْ مَسْرُوقٍ , عَنْ عَائِشَةَ , وَلَيْسَ لِنُبَيْهٍ أَيْضًا مَوْضِعٌ فِي الْعِلْمِ , كَمَوْضِعِ أَحَدٍ مِمَّنْ ذَكَرْنَا (26) جہاں تک حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی روایت کردہ حدیث کا تعلق ہے تو اسے نبیہ بن وھب نے روایت کیا ہے وہ حضرت عمر بن دینا جابر بن زید کی طرح نہیں ہیں اور ان لوگوں کی طرح نہیں ہیں جنہوں نے اس کے موافق حضرت عاشۃ رضی اللہ عنہا سے روایت کیا ہے اور نہ ہی حضرت نبیہ کا ان لوگوں جیسا علمی مقام ہے۔یعنی دوسرے گروہ کی موید روایات کے رواۃ اول الذکر موقف کی مروی احادیث کے راویوں سے زیادہ قوی، اہل ضبط اور امانتدار ہیں۔ لہذا کمزور اور ضعیف راویوں کے مقابلے میں قوی راویوں کی احادیث پر عمل کیا جائے گا۔

پہلے گروہ کا کہنا ہے کہ حضرت میمونہ سے نکاح حالت احرام میں نہیں ہوا کیونکہ حضرت سلیمان بن یسار ، حضرت ابو رافع سے **روایت کرتے ہیں کہ** أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ تَزَوَّجَ مَيْمُونَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهَا حَلَالًا وَبَنَى بِهَا حَلَالًا , وَكُنْتُ الرَّسُولَ بَيْنَهُمَا (27) نبی اکرم ﷺ

نے حضرت میمونہ سے غیر احرام کی حالت میں نکاح کیا اسی حالت میں ان کے پاس تشریف لے گئے۔اور میں ان کے درمیان پیغام رساں تھا۔

اس نص پر نقد کرتے ہوئے امام طحاوی فرماتے ہیں ذکر کردہ ابورافع کی حدیث کے راویوں میں مطروراق بھی ہیں اور ان کا شمار ایسے راویوں میں نہیں ہوتا جن کی روایات قابل استدلال ہوں۔اس بات (مطروراق) پر مخالفین بھی متفق ہیں(28)اسی حدیث کو حضرت مالک نے روایت کیا ہے وہ ان سے زیادہ حافظہ والے ہیں۔انہوں نے اس حدیث کو منقطع روایت کیا ہے۔لہذا مخالفین کی پیش کردہ نص قابل استدلال نہ ہے۔

اول الذکر گروہ حضرت یزید بن اصم کی روایت کردہ حدیث کو بھی پیش کرتے ہیں کہ یزید بن اصم، حضرت میمونہ سے روایت کرتے ہیں قَالَت تَزَوَّجَنِي رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِسَرِفٍ , وَنَحْنُ حَلَالَانِ , بَعْدَ أَنْ رَجَعَ مِنْ مَكَّةَ «وَلَمْ يَقُلِ ابْنُ خُزَيْمَةَ» بَعْدَ أَنْ رَجَعَ مِنْ مَكَّةَ وہ فرماتی ہیں نبی اکرم ﷺ نے مجھ سے سرف کے مقام پر نکاح کیا۔اور ہم دونوں احرام کے بغیر تھے اس وقت آپ مکہ مکرمہ سے واپس تشریف لائے تھے۔

امام طحاوی اس نص پر اس کے راوی حضرت یزید بن اصم کے حوالے سے نقد کرتے ہیں کہ یزید بن اصم کی روایت کو حضرت عمر بن دینار نے ضعیف قرار دیا ہے حضرت زہری نے ان کو منکر قرار دیتے ہوئے چھوڑ دیا ہے اور اہل علم کی صف سے خارج کر دیا ہے اور انہیں بہت پیشاب کرنے والا دیہاتی قرار دیا ہے۔

امام طحاوی فرماتے ہیں: وَهُمْ يُضَعِّفُونَ الرَّجُلَ بِأَقَلَّ مِنْ هَذَا الْكَلَامِ , وَبِكَلَامِ مَنْ هُوَ أَقَلُّ مِنْ عَمْرِو بْنِ دِينَارٍ وَالزُّهْرِيِّ. فَكَيْفَ وَقَدْ أَجْمَعَا جَمِيعًا عَلَى الْكَلَامِ بِمَا ذَكَرْنَا , فِي يَزِيدَ بْنِ الْأَصَمِّ؟ (29)اور وہ اس سے کم درجہ والے کلام اور عمر بن دینار اور زہری سے کم درجہ شخص کے کلام کے ساتھ (راویوں کو) ضعیف قرار دیتے ہیں تو جب وہ دونوں یزید بن اصم پر جرح کرنے میں متفق ہیں۔تو وہ کیسے ضعیف نہ ہوگا۔لہذا مذکورہ روایت بھی راوی کے ضعیف ہونے کی وجہ سے قابل استدلال نہیں ہے۔ پھر اس مسئلہ میں دوسرے گروہ کو قیاس کی تائید بھی حاصل ہے۔

## نحوی اعتبار سے نص کے معنی کا تعین

حضرت ابو ھریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں نبی مکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا۔ لَا صَلَاةَ لِمَنْ لَا وُضُوءَ لَهُ , وَلَا وُضُوءَ لِمَنْ لَمْ يَذْكُرِ اسْمَ اللهِ عَلَيْه (30) جس (شخص) کا وضو نہیں اس کی نماز (درست) نہیں اور جس نے (وضو سے پہلے) اللہ تعالی کا نام نہیں لیا اسکا وضو نہیں اس حدیث کے ابتدائی الفاظ لَا صَلَاةَ لِمَنْ لَا وُضُوءَ لَهُ کی بابت تمام علماء نے اتفاق کیا ہے کہ یہاں لفظ لا کے ذریعے نماز کی صحت کی نفی کی گئی ہے یعنی وضوء کے بغیر نماز نہیں ہو گی۔ جبکہ حدیث کے دوسرے حصے یعنی لا وضوء میں کس چیز کی نفی مراد ہے۔ اہل علم کے نزدیک یہاں لفظ لا کے ذریعے صحت کی بجائے کمال کی نفی کی گئی ہے یعنی تسمیہ کے بغیر وضوء کامل نہیں ہو گا۔ جس طرح آپ ﷺ کا ارشاد پاک ہے لَيْسَ الْمِسْكِينُ الَّذِي تَرُدُّهُ التَّمْرَةُ وَالتَّمْرَتَانِ وَاللُّقْمَةُ وَاللُّقْمَتَان (31) مسکین وہ نہیں ہے جو لوگوں کے پاس چکر لگاتا رہے اور ایک لقمہ یا دو لقموں اور ایک کھجور یا دو کھجوروں سے لوٹا یا جائے۔

امام طحاوی کے نزدیک اس روایت میں جو مسکین ہونے کی نفی کی گئی ہے اس سے مراد یہ ہے کہ وہ محتاجی کے اس درجہ کمال تک نہیں پہنچا کہ اس کے بعد محتاجی کا درجہ باقی نہ ہو اس کا ہر گز یہ مطلب نہیں کہ ایسا شخص مسکین ہی نہیں ہے کہ صدقہ نہ لے سکے اس موقف کی تائید اس حدیث سے بھی ہوتی ہے جس کے مطابق ایک صحابی نے نبی اکرم ﷺ کو سلام کیا آپ اس وقت وضوء فرما رہے تھے کہ آپ نے وضوء فرمانے کے بعد اس صحابی کو سلام کا جواب دیا بعد میں فرمایا۔ إِنَّهُ لَمْ يَمْنَعْنِي أَنْ أَرُدَّ عَلَيْكَ إِلَّا أَنِّي كَرِهْتُ أَنْ أَذْكُرَ اللهَ إِلَّا عَلَى طَهَارَةٍ (32) "مجھے تمھارے سلام کا جواب دینے سے اس کے سوا اور کوئی چیز مانع نہ تھی کہ میں بغیر وضوء کے اللہ کے ذکر کو پسند نہیں کرتا ہوں"

لہذا امام طحاوی فرماتے ہیں اس سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے وضوء کے آغاز میں بسم اللہ نہیں پڑھی ہو گی۔

## معنی کی تعیین

اگر کوئی شخص کسی کو کوئی چیز ھبہ کرے تو کیا وہ اس ھبہ کی ہوئی چیز کو واپس لے سکتا ہے یا نہیں ؟ بعض حضرات کے نزدیک ھبہ کی ہوئی چیز واپس لینا جائز نہیں ہے کیونکہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ أَنَّ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ الْعَائِدُ فِي هِبَتِهِ , كَالْعَائِدِ

فِي قَيْئِه (33) رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ ھبہ کی ہوئی چیز کو واپس لینے والا قے کر کے اسے لوٹانے والے کی طرح ہے امام ابو جعفر طحاوی رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک ھبہ کی ہوئی چیز واپس لی جا سکتی ہے بشرطیکہ

1۔ھبہ شدہ چیز ہلاک نہ کی گئی ہو۔

2۔اس کے بدن میں اضافہ نہ کیا گیا ہو۔

3۔موھوب لہ (جسے ھبہ کی گئی ہے) ھبہ کرنے والے کا قریبی رشتہ دار نہ ہو۔

4۔ھبہ کرنے والے نے اس کا کوئی بدل موہوب لہ سے نہ لیا ہو۔(34)

امام طحاوی رحمۃ اللہ علیہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے مروی روایت پر نقد کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ اس حدیث میں قے کر کے واپس لوٹانے والے کے حوالے سے واضح نہیں کیا گیا کہ اس سے کیا مراد ہے ایک احتمال یہ ہے کہ اس سے مراد وہ شخص ہے جو قے کر کے لوٹاتا ہے تو آپ ﷺ نے ہبہ کر کے لوٹانے والے کو قے کر کے اسے واپس لوٹانے کی طرح قرار دیا اور یہ قے کر کے لوٹانا حرام ہے اس معنی سے پہلے گروہ کا موقف ثابت ہوتا ہے۔

دوسرا احتمال یہ ہے کہ قے کر کے لوٹانے والے سے مراد وہ کتا ہو جو قے کر کے اسے چاٹ لیتا ہے۔اور کتا حرام و حلال کا مکلف نہیں ہے اس کا مطلب یہ ہو گا کہ ہبہ کو لوٹانے والا گندگی کو لوٹانے والا ہے۔جیسے وہ گندگی جسے کتا لوٹاتا ہے اس سے یہ بات ثابت نہیں ہوتی کہ ہبہ سے رجوع کرنا ناجائز ہے۔ پھر جب دیگر روایات پر غور کیا جائے تو معلوم ہوتا ہے کہ مذکورہ بالا روایت میں دوسرا احتمال زیادہ قوی ہے جیسا کہ حضرت عبد اللہ ابن عباس رضی اللہ عنھما ہی سے مروی ہے کہ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَيْسَ لَنَا مَثَلُ السُّوءِ الرَّاجِعُ فِي هِبَتِهِ كَالْكَلْبِ يَعُودُ فِي قَيْئِه (35) نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا اس جیسا برا شخص نہیں جو ھبہ کی ہوئی چیز کو واپس لے لیتا ہے جیسے کتا اپنی قے کو چاٹ لیتا ہے۔اسی طرح عبد اللہ بن طاوس، حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں۔ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: «الْعَائِدُ فِي هِبَتِهِ كَالْكَلْبِ يَقِيءُ ثُمَّ يَعُودُ فِي قَيْئِهِ (36) نبی مکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا ھبہ کو واپس لینے والا اس کتے کی طرح (برا) ہے جو قے کر کے اسے چاٹ لیتا ہے۔

ان روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ اول الذکر روایت میں قے کر کے لوٹانے والے سے مراد کتا ہے شخص نہیں۔ لہذا ان روایات کی روشنی میں ھبہ کی ہوئی چیز کو واپس لینا حرام نہیں ہے اگرچہ ناپسندیدہ ہے۔ حضرت امام ابو جعفر طحاوی رحمۃ اللہ علیہ حضرت عبد اللہ بن عباس اور عبد اللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنھما سے مروی حدیث نقل کرتے ہوئے فرماتے ہیں۔قَالَا: قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: «لَا يَحِلُّ لِوَاهِبٍ أَنْ يَرْجِعَ فِي هِبَتِهِ إِلَّا الْوَالِدُ لِوَلَدِه (37) حضرت عبد اللہ بن عمر و عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنھما) فرماتے ہیں کہ نبی مکرم ﷺ نے فرمایا ھبہ کرنے والے شخص کے لئے اس سے رجوع کرنا حلال نہیں ہے۔ سوائے باپ کے اپنے بیٹے کیلئے (ھبہ کی گئی چیزیں میں) اس حدیث سے دو اشکال پیدا ہوتے ہیں پہلا یہ کہ کیا نبی مکرم ﷺ نے باپ کے علاوہ باقی سب کے لیے ھبہ سے رجوع کو حرام قرار دیا ہے؟ دوسرا یہ کہ بیٹا اگر باپ کو کوئی چیز ھبہ کرے تو اس کا بھی یہی حکم ہے یا نہیں؟

امام طحاوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ اس نص سے یہ بات ثابت نہیں ہوتی کہ ھبہ کی ہوئی چیز کو واپس لینا حرام ہے کیونکہ ممکن ہے کہ نبی اکرم ﷺ کا یہ فرمانا کہ حلال نہیں یہ سختی پر مبنی ہو۔ جیسا کہ آپ ﷺ کا ارشاد ہے کہ لَا تَحِلُّ الصَّدَقَةُ لِذِي مَرَّةٍ سَوِيٍّ (38) کسی تندرست ٹھیک ٹھاک آدمی کے لئے صدقہ حلال نہیں ہے۔ تو اس کا مطلب یہ نہیں کہ جس طرح غنی اور مالدار کے لئے صدقہ حلال نہیں اسی طرح اس پر بھی حلال نہیں بلکہ اس کا مطلب یہ ہے کہ جس طرح دیگر ضرورت مند لوگوں کے لئے حلال ہے اس طرح اس شخص پر حلال نہیں ہے اسی طرح زیر بحث روایت میں ھبہ کی ہوئی چیز سے رجوع کرنا حلال نہیں کا مطلب یہ ہے کہ یہ اس طرح حلال نہیں جس طرح دیگر اشیاء ہیں جنہیں اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں پر حلال کیا ہے اور ان کو حاصل کرنے والے کے لئے ایسی مثال بیان نہیں فرمائی جو ھبہ کر کے واپس لینے والے کے لئے بیان فرمائی۔

جہاں تک دوسرے اشکال کا تعلق ہے تو اس بارے میں امام طحاوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔ جس طرح باپ اپنے بیٹے سے ھبہ شدہ چیز واپس لے سکتا ہے بیٹا بھی اپنے باپ سے لے سکتا ہے۔ کیونکہ باپ کا ذکر کرنا بیٹے کے ذکر کو شامل ہے امام طحاوی رحمۃ اللہ علیہ قرآن پاک کی درج ذیل آیت سے اس کی دلیل فراہم کرتے ہیں۔

کہ فرمان الٰہی ہے۔ {حُرِّمَتْ عَلَيْكُمْ أُمَّهَاتُكُمْ وَبَنَاتُكُمْ وَأَخَوَاتُكُمْ وَعَمَّاتُكُمْ وَخَالَاتُكُمْ وَبَنَاتُ الْأَخِ وَبَنَاتُ الْأُخْتِ}۔(39) تم پر تمھاری مائیں، تمھاری بیٹیاں، تمھاری بہنیں، تمھاری پھوپھیاں، تمھاری خالائیں، بھتیجیاں اور بھانجیاں حرام ہیں۔

اس آیت میں تمام محرمات کا ذکر نسب کے اعتبار سے ہے۔ پھر ارشاد فرمایا {وَأُمَّهَاتُكُمُ اللَّاتِي أَرْضَعْنَكُمْ وَأَخَوَاتُكُمْ مِنَ الرَّضَاعَةِ} (40) اور تمھاری وہ مائیں (بھی) جنھوں نے تمھیں دودھ پلایا اور تمھاری رضائی بہنیں (بھی حرام ہیں)۔ اس آیت کریمہ میں صرف دو کا ذکر کیا گیا ہے کہ تمھاری رضائی مائیں اور بہنیں تم پر حرام ہیں اور رضاعت سے حرام ہونے والی باقی عورتوں کی تفصیل بیان نہیں ہوئی چونکہ اس سے قبل آیت میں نسب کے اعتبار سے حرام ہونے والی عورتوں کو بالتفصیل بیان کر دیا گیا ہے اب صرف دو کے ذکر نے باقی کے ذکر سے بے نیاز کر دیا ہے۔

اسی طرح جب نبی اکرم ﷺ نے فرمایا کہ ھبہ کی ہوئی چیز سے رجوع کرنا صحیح نہیں تو یہ حکم سب کو شامل ہے پھر فرمایا سوائے باپ کے جو اپنے بیٹے سے واپس لے سکتا ہے (جب فقر یا تنگی ہو) تو یہ اس بات پر دلالت ہے کہ باپ کے علاوہ ھبہ کرنے والے اللہ تعالیٰ کے حکم کی طرف رجوع کریں تو ان کا بھی یہی حکم ہوگا تو باپ کے ذکر نے باقی افراد کے ذکر سے بے نیاز کر دیا۔(41)

## معنیٰ کی تعیین کی ایک اور مثال

حضرت عمران ابن حصین رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا۔ مَنِ انْتَهَبَ فَلَيْسَ مِنَّا (42) جس نے لوٹ مار کی وہ ہم میں سے نہیں ہے۔ اسی مضمون کی روایات حضرت انس، عبدالرحمن بن یزید، حضرت سماک بن حرب، حضرت ثعلبہ بن حکم اور حضرت یحیٰ بن ابو زائدہ سے بھی مروی ہیں۔ ان روایات کے پیش نظر کچھ حضرات اس بات کے قائل ہیں کہ نکاح کے موقعہ پر نچھاور کی جانے والی چیز کو لوٹنا جائز نہیں ہے اور اسے اس لوٹ مار میں شمار کیا جائے گا جس سے نبی اکرم ﷺ نے منع فرمایا ہے۔

دوسرے حضرات نے اس چیز کی مخالفت کرتے ہوئے کہا کہ مذکورہ روایت میں جس لوٹنے سے منع کیا گیا ہے، نکاح کے موقعہ پر لٹائی جانے والی چیز اس میں شامل نہیں کیونکہ اس میں نچھاور کرنے والے کی اجازت ہوتی ہے اور وہ اپنی رضا سے سے نچھاور کرتا ہے اور لوٹنے کی اجازت دیتا ہے لہٰذا مذکورہ

روایت میں جس لوٹ سے منع کیا گیا ہے اس سے مراد وہ لوٹ مار ہے جس کی اجازت نہ دی گئی ہو۔ وہ اس موقف کی تائید درج ذیل حدیث سے حاصل کرتے ہیں کہ حضرت عبداللہ بن قرطؓ سے مروی ہے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا أَحَبُّ الْأَيَّامِ إِلَى اللهِ يَوْمُ النَّحْرِ, ثُمَّ يَوْمُ عَرَفَةَ فَقَرَّبْتُ إِلَى رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بَدَنَاتٍ خَمْسًا أَوْ سِتًّا , فَطَفِقْنَ يَزْدَلِفْنَ إِلَيْهِ , بِأَيَّتِهِنَّ يَبْدَأُ فَلَمَّا وَجَبَتْ أَيْ سَقَطَتْ جُنُوبُهَا قَالَ كَلِمَةً خَفِيفَةً لَمْ أَفْهَمْهَا. فَقُلْتُ لِلَّذِي كَانَ إِلَى جَنْبِي مَا قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ؟ فَقَالَ: قَالَ: «مَنْ شَاءَ اقْتَطَعَ (43)

اللہ تعالی کے نزدیک پسندیدہ دن یوم نحر ہے پھر یوم عرفہ۔اور آپ ﷺ کی خدمت میں پانچ یا چھ اونٹ حاضر کئے گئے تو وہ آپ ﷺ کے آگے آگے ہونے لگے تاکہ انہیں حضور ذبح فرمائیں اور جب ان میں سے ایک کو ذبح کیا گیا تو آپ ﷺ نے ہلکی آواز میں ایک کلمہ ارشاد فرمایا جسے میں سمجھ نہ سکا تو میں نے اپنے قریبی کھڑے ساتھی سے پوچھا کہ نبی اکرم ﷺ نے کیا ارشاد فرمایا ہے تو اس نے کہا کہ آپ ﷺ نے فرمایا ہے کہ جو چاہے اس سے کاٹ لے

اس حدیث میں اس بات کا ثبوت ملتا ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے گوشت کو اپنی مرضی سے کاٹ کر لے جانے کی اجازت دی اور فرمایا جو چاہے کاٹ کر لے جائے لہذا ثابت ہوا کہ اگر مالک اپنی مرضی سے کوئی چیز لوٹ کر لے جانے کی اجازت دے تو اس چیز کو لوٹنا جائز ہے اور یہ اس لوٹ مار سے مختلف ہے جس سے آپ ﷺ نے منع فرمایا ہے۔ متقدمین میں سے جن حضرات نے اسے ناپسند کیا اس کی وجہ بیان کرتے ہوئے امام طحاوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ اس کی وجہ یہ تھی کہ وہ بچوں کے نقصان کے ڈر سے اسے پسندیدہ نہیں سمجھتے تھے نہ کہ حرام یا ناجائز ہونے کی بناء پر۔

## سند حدیث پر نقد

اس بات میں اختلاف رائے پایا جاتا ہے کہ اگر کوئی شخص دار الحرب میں اسلام لائے اور اس کے پاس چار سے زائد بیویاں ہوں تو وہ کیا کرے؟ایک گروہ کے مطابق ایسا شخص ان میں سے چار بیویوں کو اختیار کرلے اور باقی کو اپنے آپ سے جدا کردے۔ جبکہ دوسرا گروہ اس بات کا قائل ہے کہ اگر اس نے ان سے ایک ہی عقد میں نکاح کیا تھا تو ان سب کا نکاح باطل ہے ان سب کو جدا کردے اور اگر ان سے متفرق طور پر نکاح کیا تھا تو ان میں سے بالترتیب پہلی چار کا نکاح ثابت ہو جائے گا اور بعد والی کا باطل

ہوگا۔ پہلے گروہ کے قائلین اس سلسلے میں حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے مروی روایت سے استدلال کرتے ہیں کہ حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہ نے ارشاد فرمایا۔ أَنَّ غَيْلَانَ بْنَ سَلَمَةَ , أَسْلَمَ وَتَحْتَهُ عَشْرُ نِسْوَةٍ , فَقَالَ لَهُ النَّبِيُّ عَلَيْهِ السَّلَامُ خُذْ مِنْهُنَّ أَرْبَعًا (44)حضرت غیلان بن سلمہ رضی اللہ عنہ جب مسلمان ہوئے تو ان کے پاس دس بیویاں تھیں تو نبی اکرم ﷺ نے فرمایا کہ ان میں سے چار کو رکھ لو۔

امام طحاوی رحمۃ اللہ علیہ اس نص پر نقد کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ یہ روایت قابل استدلال نہیں ہے کیونکہ دراصل یہ حدیث منقطع ہے اور سند کے اعتبار سے فاسد ہے۔جیسا کہ آپ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں أَنَّ هَذَا الْحَدِيثَ مُنْقَطِع (45)بے شک یہ حدیث منقطع ہے۔ پھر امام طحاوی اس کی سند پر تفصیلی گفتگو کے بعد لکھتے ہیں۔ فَأَخْطَأَ مَعْمَرٌ فَجَعَلَ إِسْنَادَ هَذَا الْحَدِيثِ الَّذِي فِيهِ كَلَامُ عُمَرَ , لِلْحَدِيثِ الَّذِي فِيهِ كَلَامُ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَفَسَدَ هَذَا الْحَدِيثُ مِنْ جِهَةِ الْإِسْنَاد (46)تو اس حدیث میں حضرت معمر سے خطا ہوئی ہے انہوں نے اس حدیث کی سند کو جس میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا کلام تھا اس حدیث کی سند بنادیا جس میں رسول اکرم ﷺ کا کلام تھا تو سند کے اعتبار سے یہ حدیث فاسد ہوگئی۔

پہلا گروہ ایک اور روایت پیش کرتا ہے کہ حضرت حارث بن قیس فرماتے ہیں۔ أَسْلَمْتُ وَعِنْدِي ثَمَانِي نِسْوَةٍ , فَأَمَرَنِي رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنْ أَخْتَارَ مِنْهُنَّ أَرْبَعًا (47)جب میں نے اسلام قبول کیا تو اس وقت میرے عقد میں آٹھ بیویاں تھیں تو نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا ان میں سے چار کا انتخاب کرلو۔ امام طحاوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں اس کا جواب یہ ہے کہ نبی اکرم ﷺ کے فرمان "ان میں سے چار کا انتخاب کرلو" سے مراد یہ ہے کہ ان میں سے چار کو پسند کرکے ان سے نکاح کرلو۔یعنی ان سب سے نکاح باطل ہوگیا اب ان میں سے کوئی چار دوبارہ نکاح کے لئے منتخب کی جاسکتی ہیں۔

## سند حدیث پر نقد کی ایک اور مثال

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ أَيُّمَا امْرَأَةٍ نُكِحَتْ بِغَيْرِ إِذْنِ وَلِيِّهَا , فَنِكَاحُهَا بَاطِلٌ , فَإِنْ أَصَابَهَا فَلَهَا مَهْرُهَا بِمَا اسْتَحَلَّ مِنْ فَرْجِهَا , فَإِنِ اشْتَجَرُوا

, فَالسُّلْطَانُ وَلِيُّ مَنْ لَا وَلِيَّ لَه (48) نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا جو عورت اپنے ولی کی اجازت کے بغیر نکاح کر لے تو اس کا نکاح باطل ہے پھر اگر اس شخص نے اس عورت سے جماع کیا تو اس (عورت) کے لیے مہر ہوگا کیونکہ مرد نے اس کی شرمگاہ کو حلال کیا اور اگر ان کے درمیان اختلاف ہو جائے تو حکمران اس کا ولی ہے جس کا کوئی ولی نہ ہو۔ یہ روایت حضرت عائشہ رضی اللہ عنھا کے علاوہ ابن جریج اور ابن شہاب سے بھی مروی ہے اس روایت کے پیش نظر ایک جماعت اس نقطہ نظر کی حامل ہے کہ کسی عورت کا اپنے ولی کی اجازت کے بغیر نکاح جائز نہیں ہے اس بات کے قائلین میں امام ابو یوسف حضرت امام محمد بن حسن رحمھما اللہ بھی شامل ہیں۔

لیکن دوسرا گروہ ان کی مخالفت کرتے ہوئے کہتا ہے کہ عورت جس سے چاہے نکاح کر سکتی ہے اور ولی کو اس سلسلے میں اعتراض کا حق نہیں ہے جبکہ وہ اپنے نفس کو ایسی جگہ پیش کرے جہاں اس کا پیش کرنا مناسب ہو۔ امام طحاوی رحمۃ اللہ علیہ پہلے گروہ کی پیش کردہ روایت کی سند پر نقد کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ یہ حدیث مرسل ہے اور اس روایت کے بارے میں ابن جریج نے جب زہری سے دریافت کیا تو انہوں نے اس سے لاعلمی کا اظہار کیا اور حجاج بن ارطاۃ کے لئے زہری سے سماع ثابت نہیں یہ روایت مرسل ہونے کی وجہ سے ان کے نزدیک قابل استدلال نہیں ہے اسی طرح ابن لھیعہ کی روایت سے بھی استدلال کو دوسروں سے وہ قبول نہیں کرتے تو خود اس قسم کے مسئلہ میں کیسے استدلال کرتے ہیں۔(49)

پھر اگر یہ حدیث حضرت زہری سے ثابت بھی ہو جائے تو حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کا اپنا عمل اس کے خلاف ہے۔ عَنْ عَائِشَةَ زَوْجِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنَّهَا زَوَّجَتْ حَفْصَةَ بِنْتَ عَبْدِ الرَّحْمَنِ الْمُنْذِرَ بْنَ الزُّبَيْرِ, وَعَبْدُ الرَّحْمَنِ غَائِبٌ بِالشَّامِ فَلَمَّا قَدِمَ عَبْدُ الرَّحْمَنِ قَالَ: أَمِثْلِي يُصْنَعُ بِهِ هَذَا وَيُفْتَاتُ عَلَيْهِ؟ فَكَلَّمَتْ عَائِشَةُ عَنِ الْمُنْذِرِ فَقَالَ الْمُنْذِرُ: إِنَّ ذَلِكَ بِيَدِ عَبْدِ الرَّحْمَنِ , فَقَالَ عَبْدُ الرَّحْمَنِ: مَا كُنْتُ أَرُدُّ أَمْرًا قَضَيْتِهِ , فَقَرَّتْ حَفْصَةُ عِنْدَهُ , وَلَمْ يَكُنْ ذَلِكَ طَلَاقًا (50) حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ انہوں نے حضرت حفصہ بنت عبد الرحمن کا نکاح منذر ابن زبیر سے اس وقت کیا جب عبد الرحمن شام گئے ہوئے تھے حضرت عبد الرحمن تشریف لائے تو فرمایا کیا میرے جیسے آدمی کے ساتھ ایسا معاملہ کیا جاتا ہے کہ میری رائے کے بغیر یہ کام کیا جائے حضرت عائشہ رضی اللہ عنھا نے

حضرت منذر کی طرف سے گفتگو کی حضرت منذر نے فرمایا کہ حضرت عبدالرحمن کو اختیار ہے تو انہوں نے کہا کہ میں ایسے کام کو رد نہیں کروں گا جس کا آپ (حضرت عائشہ) نے فیصلہ فرمایا ہے۔ چنانچہ حضرت حفصہ انہی کے پاس رہیں اور (عبدالرحمن کا) یہ قول طلاق نہ ہوا۔

اس روایت سے یہ بات واضح ہو گئی کہ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنھا نے حضرت عبد الرحمن کی صاحبزادی کا نکاح ان کے ولی کی عدم موجودگی میں جائز سمجھا اور اس عقد اور تملیک کو جائز قرار دیا جو صحت نکاح کے ثبوت کے بغیر ثابت نہیں ہوتا۔ تو یہ بات ناممکن ہے کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنھا کو حضور ﷺ کا یہ ارشاد معلوم ہو کہ لا نکاح الا بولی اور آپ اس کے باوجود حضرت حفصہ کا نکاح ان کے ولی کے بغیر کر دیتی۔ اس سے امام زہری کی روایت کا فساد واضح ہو جاتا ہے کہ وہ قابل استدلال نہیں ہے کیونکہ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنھا کا اپنا عمل اس کے خلاف ہے۔

پہلا گروہ اپنے موقف کی تائید میں ایک اور روایت بواسطہ اسرائیل، حضرت اسحق سے پیش کرتے ہیں کہ نبی اکرم ؑ کا ارشاد ہے لا نکاح الا بولی امام طحاوی اس روایت کے حوالے سے فرماتے ہیں کہ اسی روایت کو اسرائیل سے بھی زیادہ ثقہ اور قوت حافظہ رکھنے والے حضرات مثلاً حضرت سفیان اور شعبہ، ابو اسحاق سے منقطع روایت کرتے ہیں۔ ثنا شُعْبَةُ، عَنْ أَبِي إِسْحَاقَ، عَنْ أَبِي بُرْدَةَ , عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنَّهُ قَالَ: «لَا نِكَاحَ إِلَّا بِوَلِيٍّ» (51) حضرت شعبہ، حضرت اسحاق سے وہ حضرت ابو بردہ سے اور وہ نبی اکرم ﷺ سے روایت کرتے ہیں کہ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا ولی کے بغیر نکاح نہیں ہوتا۔

لہذا اس روایت کے منقطع ہونے کی بناء پر یہ قابل استدلال نہیں ہے پھر دوسرے موقف پر دلیل واضح حدیث پاک ہے جو حضرت ام سلمہ سے مروی ہے۔ عَنْ أُمِّ سَلَمَةَ قَالَتْ دَخَلَ عَلَيَّ رَسُولُ اللهِ صَلَّى الله عَلَيْهِ وَعَلَى آلِهِ وَسَلَّمَ بَعْدَ وَفَاةِ أَبِي سَلَمَةَ , فَخَطَبَنِي إِلَى نَفْسِي، فَقُلْتُ يَا رَسُولَ اللهِ , إِنَّهُ لَيْسَ أَحَدٌ مِنْ أَوْلِيَائِي شَاهِدًا فَقَالَ إِنَّهُ لَيْسَ مِنْهُمْ شَاهِدٌ وَلَا غَائِبٌ يَكْرَهُ ذَلِكَ» . قَالَتْ: قُمْ يَا عُمَرُ, فَزَوِّجِ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ. فَتَزَوَّجَهَا (52)

حضرت ام سلمہ کہتی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ ابو سلمہ کی وفات کے بعد میرے پاس آئے اور مجھے نکاح کا پیغام دیا تو میں نے عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ میرا کوئی بھی ولی گھر پہ نہیں ہے تو آپ ﷺ

نے فرمایا غائب یا حاضر ولی میں سے کوئی بھی اسے ناپسند نہیں کرے گا تو انہوں (ام سلمہ) نے (اپنے بیٹے) عمر سے کہا کہ میرا نکاح نبی اکرم ﷺ سے کر دیجئے انہوں نے نکاح کر دیا۔
اس حدیث سے واضح طور پر معلوم ہو رہا ہے کہ عورت اپنا نکاح ولی کے بغیر کر سکتی ہے البتہ امام اعظم ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ اگر وہ غیر کفو میں کرتی ہے تو ولی کو فسخ کرنے کا اختیار ہے یا اگر وہ کم مہر پر کرتی ہے تو مہر مثلی کا اختیار ہے۔

## مطلق کو مقید کرنا

حضرت عقبہ بن عامر روایت کرتے ہیں نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا إِنَّ أَيَّامَ الْأَضْحَى وَأَيَّامَ التَّشْرِيقِ ، وَيَوْمَ عَرَفَةَ ، يَوْمُ عِيدِ أَهْلِ الْإِسْلَامِ ، أَيَّامُ أَكْلٍ وَشُرْب (53) قربانی اور تشریق کے ایام اور عرفہ کا دن ہمارے اہل اسلام کے لئے عید (یعنی) کھانے پینے کا دن ہے۔ حضرت ابو قتادہ رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ نبی اکرم ﷺ سے عرفہ کے دن روزہ رکھنے کی بابت دریافت کیا گیا تو آپ نے فرمایا کہ إِنِّي أَحْتَسِبُ عَلَى اللهِ فِي صِيَامِ يَوْمِ عَرَفَةَ أَنْ يُكَفِّرَ السَّنَةَ الَّتِي قَبْلَهُ ، وَالسَّنَةَ الَّتِي بَعْدَهُ (54) میں اللہ تعالی سے امید رکھتا ہوں کہ اس دن روزہ رکھنے سے وہ اس سال کے اگلے اور پچھلے تمام گناہ معاف فرمادے گا۔

پہلی روایت جو حضرت عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے اس میں نبی اکرم ﷺ نے عرفہ کے دن کو ان ایام میں شامل کیا ہے جو مسلمانوں کے لئے عید کی حیثیت رکھتے ہیں۔اور عید کے بقیہ ایام کی طرح اس دن بھی کھانے پینے کی ترغیب دلائی ہے جبکہ دوسری روایت جو حضرت ابو قتادہ انصاری سے منقول ہے اس میں عرفہ کے دن روزہ رکھنے کی فضیلت بیان کی گئی ہے اس لیے بظاہر ان دونوں روایات کا حکم متضاد ہے۔امام ابو جعفر طحاوی فرماتے ہیں کہ جب ہم پہلی روایت میں غور کرتے ہیں تو یہ بات سامنے آتی ہے کہ اس میں عرفہ کے علاوہ جن ایام کا ذکر کیا گیا ہے۔ ان میں نماز (عید) اور قربانی کے ذریعے عبادت ادا کی جاتی ہے اسی طرح ان ایام میں پڑھی جانے والی فرض نماز کے بعد تکبیرات تشریق کہی جاتی ہیں لہذا یہ ایام اہل ایمان کے لئے عید کی حیثیت رکھتے ہیں اور ان دنوں میں روزہ رکھنا جائز نہیں ہے جبکہ یوم عرفہ ایک ایسا دن ہے جس میں مخصوص طریقے کے ساتھ عبادات ادا کی جاتی ہیں جو اور

ایام میں ادا نہیں کی جا سکتی اور وہ حج کے دنوں میں میدان عرفات میں وقوف ہے اور یہ عبادت صرف میدان عرفات کے ساتھ مخصوص ہے دنیا میں اور کہیں بھی ادا نہیں کی جا سکتی۔

حضرت عقبہ بن عامر سے مروی روایت میں عرفہ کے علاوہ جن دیگر ایام کو ایام عید قرار دیا گیا ہے وہ دنیا کے تمام ممالک اور شہروں میں عید کی حیثیت رکھتے ہیں اس کے برعکس عرفہ کا دن صرف ان لوگوں کیلئے عید کی حیثیت رکھتا ہے جو اس دن میدان عرفات میں موجود ہوں لہذا جس حدیث میں عرفہ کے دن روزہ رکھنے سے منع کیا گیا ہے اس سے مراد وہ لوگ ہیں جو میدان عرفات میں موجود ہوں جبکہ اسکے برعکس باقی تمام دنیا میں جو آدمی اس دن روزہ رکھتا ہے مستحب ہے اور اس بات کی تائید درج ذیل روایت سے ہوتی ہے جو مشہور تابعی عکرمہؒ سے مروی ہے ۔

آپ ﷺ فرماتے ہیںكُنَّا مَعَ أَبِي هُرَيْرَةَ فِي بَيْتِهِ فَحَدَّثَنَا أَنَّ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: نَهَى عَنْ صِيَامِ يَوْمِ عَرَفَةَ بِعَرَفَةَ (55)ایک دن ہم حضرت ابو ھریرہ رضی اللہ عنہ کی خدمت میں ان کے ہاں حاضر ہوئے تو آپ نے ہمیں یہ حدیث بیان کی کہ نبی اکرم ﷺ نے میدان عرفات میں عرفہ کے دن روزہ رکھنے سے منع فرمایا ہے۔

یہاں ایک اعتراض وارد ہوتا ہے اور وہ یہ کہ اگر کوئی شخص عرفہ کے دن میدان عرفات میں اپنے ذمے واجب الادا روزہ رکھ لے تو یہ روزہ جائز ہوگا۔اسکے برعکس اگر کوئی شخص عید الاضحی کے باقی ایام میں اپنے ذمے واجب الادا روزہ رکھے گا تو یہ روزہ جائز نہیں ہوگا جبکہ ان چاروں ایام کا ذکر ایک ہی روایت میں موجود ہے تو انکے احکام آپس میں مختلف کیوں ہیں؟

ہم (امام ابو جعفر طحاوی) اللہ تعالیٰ کی مدد اس کی توفیق کی بدولت یہ جواب دیں گے کہ بعض اوقات چند باتیں ایک جملہ میں ذکر کر دی جاتی ہیں لیکن ان کا حکم ایک دوسرے سے مختلف ہوتا ہے۔ جیسے اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا۔ ﴿فَلَا رَفَثَ وَلَا فُسُوقَ وَلَا جِدَالَ فِي الْحَجِّ﴾ (56)حج کرنے والے کے لئے) حج میں (عورتوں سے) جماع کرنا، گناہوں کا ارتکاب کرنا اور جھگڑنا (جائز) نہیں ہے۔ اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے ایک ہی مقام پر تین مختلف امور کے ارتکاب سے منع فرمایا ہے لیکن ان کا حکم مختلف ہے کیونکہ یہاں رفث سے مراد جماع ہے جس کی بدولت حج فاسد ہو جاتا ہے۔ جبکہ فسوق اور

جدال کے ذریعے حج فاسد نہیں ہوتا۔ لہذا ثابت یہ ہوا کہ ایک ہی حکم کے تحت مذکور امور کا حکم مختلف ہو سکتا ہے(57)

مذکورہ بالا بحث کا مطالعہ کرنے سے یہ بات واضح طور پر سامنے آجاتی ہے کہ امام ابو جعفر بظاہر دو متضاد روایات پر نقد پیش کرتے ہیں تو ان میں سے ایک روایت کے بظاہر مطلق حکم کو دلائل و شواہد کی بنیاد پر مقید ثابت کر دیتے ہیں

## مطلق کی تقیید کی ایک اور مثال

حضرت اسامہ بن زید رضی اللہ عنھما روایت کرتے ہیں کہ نبی ﷺ نے ارشاد فرمایا لَا يَرِثُ الْكَافِرُ الْمُسْلِمَ ، وَلَا الْمُسْلِمُ الْكَافِرَ (58)کافر مسلمان کا اور مسلمان کافر کا وارث نہیں ہو سکتا ۔ اس حدیث کی روشنی میں بعض فقہاء اس بات کے قائل ہیں کہ اگر کسی مرتد کو حالت ارتداد میں قتل کر دیا جائے تو اسکے مسلمان پسماندگان اس کے مال وراثت کے حقدار نہیں ہونگے بلکہ اس کا مال بیت المال میں جمع کروا دیا جائے گا۔ بعض فقہاء کی رائے اس سے مختلف ہے جن میں امام ابو جعفر طحاوی بھی شامل ہیں آپ اس حدیث پر نقد پیش کرتے ہوئے یہ سوال اٹھاتے ہیں کہ حدیث میں لفظ کافر مطلقاً استعمال کیا گیا ہے جس میں دو معانی کا احتمال موجود ہے۔

(i) اس سے مراد وہ کافر ہو جس کا کسی خاص مذہب سے تعلق ہو۔

(ii) اس سے مراد مطلقاً کافر ہو خواہ اس کا کسی مخصوص مذہب سے تعلق ہو یا نہ ہو۔

اب ہم کسی واضح دلیل کے بغیر دونوں احتمالات میں سے کسی ایک کو ترجیح نہیں دے سکتے ۔ تو حضرت اسامہ بن زید کی نقل کردہ ایک اور روایت سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ اس سے مراد وہ کافر ہے جس کا کسی مخصوص مذہب سے کوئی تعلق ہو عَنْ أُسَامَةَ بْنِ زَيْدٍ ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ " لَا يَتَوَارَثُ أَهْلُ مِلَّتَيْنِ ، لَا يَرِثُ الْمُسْلِمُ الْكَافِرَ ، وَلَا يَرِثُ الْكَافِرُ الْمُسْلِمَ (59)نبی اکرم ﷺ کا ارشاد ہے دو مختلف ملتوں سے تعلق رکھنے والے ایک دوسرے کے وارث نہیں ہو سکتے مسلمان کافر کا اور کافر مسلمان کا وارث نہیں ہو سکتا۔ جبکہ اسکے برعکس مرتد کا کوئی مذہب نہیں ہوتا اور فقہاء اس بارے میں متفق ہیں کہ مرتدین آپس میں ایک دوسرے کے وارث نہیں ہو سکتے کیونکہ

ارتداد کوئی دین نہیں ہے اس لئے مرتد کی وراثت کا حکم مسلمان کے لئے، مسلمان کی وراثت کے حکم کی مانند ہوگا۔

امام ابو جعفر طحاوی صحابہ کرام اور تابعین عظام کی آراء اس بارے میں نقل کرتے ہوئے ارشاد فرماتے ہیں کہ حضرت علی، حضرت عبداللہ بن مسعود، حضرت امام حسن، سعید بن مسیب یہ سب حضرات اس بات کے قائل ہیں کہ مسلمان مرتد کا وارث بن سکتا ہے۔

## خلاصہ بحث

اس بحث کا خلاصہ یہ ہے کہ امام طحاوی رحمہ اللہ اختلاف بین النصوص کو دور کرنے کے لئے روایات میں ترجیح دیتے ہوئے مخالف موقف کی پیش کردہ روایات پر مختلف اعتبارات سے نقد پیش کرتے ہیں بعض اوقات جہاں سند کے حوالے سے کوئی سقم پایا جائے تو اس کی نشاندہی کرتے ہیں اور کہیں رواۃ حدیث کے حوالے سے ثقہ اور غیر ثقہ رواۃ میں فرق کرتے ہوئے ثقہ کو ترجیح دیتے ہیں اور غیر ثقہ کی روایات کو ترک کرتے ہیں بعض اوقات ہمیں یہ بھی نظر آتا ہے کہ امام طحاوی رحمہ اللہ روایت پر نحوی حوالے سے کلام کرتے ہیں اور اس میں موجود سقم کی وضاحت کرتے ہوئے اسے ناقابل عمل قرار دیتے ہیں۔ کئی مقامات پر امام طحاوی نص کے معانی میں پائے جانے والے مختلف احتمالات کا بیان کرکے ان میں سے اس احتمال کو ترجیح دیتے ہیں جس کی تائید دیگر روایات کے ذریعے حاصل ہوتی ہے اس کے علاوہ خبر واحد کو خبر متواتر کے مقابلے میں ترک کرنے کا حکم لگاتے ہیں اور کبھی راوی کا اپنا فتوی روایت کے خلاف ہونے کی وجہ سے اس کی روایت کو ساقط الاعتبار قرار دیتے ہیں اگر کہیں کسی نص کا مفہوم عام مشاہدے اور حقیقت کے خلاف ہو تو اس پر نقد کرتے ہیں اور اس کو محل استدلال ہونے سے مانع قرار دیتے ہیں۔

# حوالہ جات وحواشی

1 طحاوی، "**شرح معانی الآثار**" کتاب الصیام، باب شهرا عید لا ینقصان رمضان وذوالحجة، ایچ ایم سعید کمپنی، کراچی، (ت ن)، 1/ 381، ترمذی، محمد بن عیسی "**الجامع**" کتاب الصوم، باب ما جاء شهرا عید لا ینقصان، حدیث نمبر 628 ص: 1/ 148

2 طحاوی، "**شرح معانی الآثار**" کتاب الصیام، باب معنی قول رسول اللہ ﷺ شهرا عید لا ینقصان رمضان وذوالحجة، ص1/ 382

3 نفس المصدر

4 طحاوی ، "**شرح معانی الآثار**" ، کتاب الصلوۃ ، باب الصلوۃ فی الکعبۃ ، ص 1/ 266 ، بخاری ، "**الجامع الصحیح**" ، کتاب الصلوۃ ، باب قول اللہ تعالی واتخذوا من مقام ابراہیم ، حدیث نمبر 38 ، ص 1/ 57 ، مسلم ، "الجامع الصحیح" ، کتاب الحج ، باب استحباب دخول الکعبۃ للحاج وغیرہ ، حدیث نمبر 2364 ، ص 448/1 ، نسائی ، "السنن" ، مناسک الحج ، باب التکبیر فی نواحی الکعبۃ ، حدیث نمبر 2864 ص 35/2

5 البقرہ : 125

6 طحاوی ، "**شرح معانی الآثار**" ، ص 1/ 267

7 طحاوی ، "**شرح معانی الآثار**" ، ص 1/ 267 ، بخاری ، "**الجامع الصحیح**" ، کتاب الصلوۃ ، باب الابواب والغلق للکعبۃ والمساجد ، حدیث نمبر 448 ، ص 1/ 67 ، مسلم ، "**الجامع الصحیح**" ، کتاب الحج ، باب استحباب دخول الکعبۃ للحاج والصلوۃ فیھا ، حدیث نمبر 2358 ، ص 448/1

8 طحاوی ، "**شرح معانی الآثار**" ، ص 1/ 269

9 طحاوی ، "**شرح معانی الآثار**" ، کتاب مناسک الحج ، باب الصید یذبحہ الحلال فی الحل ، ص 1/ 44 مسلم ، "**الجامع الصحیح**" ، کتاب الحج ، باب تحریم الصید للمحرم ، حدیث نمبر 2061 ص 1/ 399 نسائی "**السنن**" ، کتاب المناسک ، باب ما لا یجوز للمحرم اکلہ من الصید ، حدیث نمبر 2771 ص 2/ 24

10 طحاوی ، "**شرح معانی الآثار**" ، کتاب مناسک الحج ، باب الصید یذبحہ الحلال فی الحل ، ص 1/ 449

11 طحاوی ، "**شرح معانی الآثار**" ، کتاب مناسک الحج ، باب الصید یذبحہ الحلال فی الحل ، ص 1/ 451 ترمذی ، "**الجامع**" ، کتاب الحج ، باب ما جاء فی اکل الصید للمحرم ، حدیث نمبر 775 ص 1/ 173 ، نسائی ، "**السنن**" ، مناسک ، باب ما لا یجوز للمحرم اکلہ من الصید ، حدیث نمبر 2778 ص 24/2 : ابو داود ، "**السنن**" ، المناسک ، باب لحم الصید المحرم ، حدیث نمبر 1577 ص 1/ 256

12 طحاوی ، "**شرح معانی الآثار**" ، کتاب مناسک الحج ، باب الصید یذبحہ الحلال فی الحل ، ص 1/ 451

13 طحاوی ، "**شرح معانی الآثار**" ، کتاب مناسک الحج ، باب من احرم بحجۃ فطاف لھا قبل ان یقف بعرفۃ ، ص 462/1

14 الحج : 33

15 طحاوی ، "**شرح معانی الآثار**" ، کتاب مناسک الحج ، باب من احرم بحجۃ فطاف لھا قبل ان یقف بعرفۃ ، ص 466/1

16 طحاوی ، "**شرح معانی الآثار**" ، کتاب الصوم ، باب الصوم بعد النصف من الشعبان ، ص 369/1

17 طحاوی ، "**شرح معانی الآثار**" ، کتاب الصوم ، باب الصوم بعد النصف من الشعبان ، ص 1/ 396

18 طحاوی ، "**شرح معانی الآثار**" ، کتاب الصوم ، باب الصوم بعد النصف من الشعبان ، ص 1/ 397

19 نفس المصدر ص 1/ 398

20 طحاوی، "**شرح معانی الآثار**"، کتاب الصوم، باب الصوم بعد النصف من الشعبان، ص: 1/ 397

21 طحاوی، "**شرح معانی الآثار**"، کتاب مناسک الحج، باب ما یلبس المحرم من الثیاب، ص 1/ 427
؛ مسلم، "**الجامع الصحیح**"، کتاب الحج، باب ما یباح للمحرم بحج و عمرۃ وما لا یباح، حدیث نمبر 2016 ص 1/ 403
؛ احمد، "**مسند احمد**" باقی مسند مکثرین، مسند جابر بن عبداللہ، حدیث نمبر 13941 ص: 206

22 طحاوی، "**شرح معانی الآثار**"، کتاب مناسک الحج، باب ما یلبس المحرم من الثیاب، ص 1/ 428

23 طحاوی، "**شرح معانی الآثار**"، کتاب الحج، باب نکاح المحرم، ص 1/511
مسلم، "**الجامع الصحیح**"، کتاب النکاح، تحریم نکاح المحرم و کراہۃ خطبتہ، حدیث نمبر 2522 ص 1/474؛ ترمذی، "**الجامع**"، ابواب الحج، باب ما جاء فی کراہیۃ نکاح المحرم، حدیث نمبر 769 ص 1/134

24 طحاوی، "**شرح معانی الآثار**"، کتاب الحج، باب نکاح المحرم، ص 1/511
: بخاری، "**الجامع الصحیح**"، کتاب الحج، باب تزویج المحرم، حدیث نمبر 1706 ص 1/248
: مسلم، "**الجامع الصحیح**"، کتاب النکاح، تحریم نکاح المحرم و کراہۃ خطبتہ، حدیث نمبر 2527 ص **1/474**

25 طحاوی، "**شرح معانی الآثار**"، کتاب الحج، باب نکاح المحرم، ص 1/511

26 طحاوی، "**شرح معانی الآثار**"، کتاب الحج، باب نکاح المحرم، ص 1/511

27 **نفس المصدر**؛ ترمذی، "**الجامع**"، ابواب الحج، باب ما جاء فی کراہیۃ تزویج المحرم، حدیث نمبر 770 ص 1/134: دارمی، "**السنن**"، کتاب المناسک، باب فی تزویج المحرم، حدیث نمبر 1755 ص: 230

28 طحاوی، "**شرح معانی الآثار**"، کتاب الحج، باب نکاح المحرم، ص 1/511

29 **نفس المصدر**

30 طحاوی، "**شرح معانی الآثار**"، کتاب الصلاۃ، باب التسمیۃ علی الوضوء، ص 1/26

31 **نفس المصدر**: بخاری، "**الجامع الصحیح**"، کتاب الزکاۃ، باب قل اللہ تعالی لا یسئلون الناس الحافا، حدیث نمبر 1385 ص 1/199؛ مسلم، "**الجامع الصحیح**"، کتاب الزکاۃ، باب النھی عن المسئلہ، حدیث نمبر 1722 ص 1/ 353

32 طحاوی، "**شرح معانی الآثار**"، کتاب الطھاۃ، باب التسمیۃ علی الوضوء، ص 1/ 27

33 طحاوی، "**شرح معانی الآثار**"، کتاب الھبہ، باب الرجوع فی الھبۃ، ص 2/ 220
؛ بخاری، "**الجامع الصحیح**"، کتاب الھبۃ وفضلھا، باب لا یحل لاحد ان یرجع فی ھبتہ، حدیث نمبر 2428 ص 1/357؛ مسلم، ''"**الجامع الصحیح**"''، کتاب الھبات، باب تحریم الرجوع فی الصدقۃ والھبۃ، حدیث نمبر 3048 ص 2/36؛ ترمذی، "**الجامع**"، ابواب البیوع، باب ما جاء فی الرجوع فی الھبۃ، حدیث نمبر 1219 ص 1/190

34 طحاوی، "**شرح معانی الآثار**"، کتاب الھبہ، باب الرجوع فی الھبۃ، ص220/2

35 طحاوی "**شرح معانی الآثار**"، کتاب الھبہ، باب الرجوع فی الھبۃ، ص 2/ 221

؛ بخاری، "**الجامع الصحیح**"، کتاب الھبۃ وفضلھا، باب لایحل لاحد ان یرجع فی ھبتہ، حدیث نمبر 2429 ص 1/ 357

؛ نسائی، "**السنن**" کتاب الھبۃ، باب ذکر الاختلاف لخبر عبداللہ بن عباس، حدیث نمبر 3633 ص 137/2

36 طحاوی، "**شرح معانی الآثار**"، کتاب الھبہ، باب الرجوع فی الھبۃ، ص221/2

37 طحاوی، "**شرح معانی الآثار**"، ص 2/ 221؛ نسائی، "**السنن**" کتاب الھبۃ، باب ذکر الاختلاف لخبر عبداللہ بن عباس، حدیث نمبر 1220 ص 2/ 137

؛ ترمذی، "**الجامع**"، ابواب البیوع، باب ما جاء فی الرجوع فی الھبۃ، حدیث نمبر 1219 ص 302/1

38 طحاوی، "**شرح معانی الآثار**"، ص 2/ 221

39 النساء: 23

40 النساء: 23

41 طحاوی، "**شرح معانی الآثار**"، ص 221/2

42 طحاوی، "**شرح معانی الآثار**"، کتاب النکاح، باب انتھاب ما ینثر علی القوم مما یفعلہ الناس فی النکاح، ص 2/ 30؛ ترمذی، "**الجامع**"، ابواب السیر، باب ما جاء فی کراھیۃ النھبۃ، حدیث نمبر 1526 ص 229/2

43 طحاوی، "**شرح معانی الآثار**"، کتاب النکاح، باب انتھاب ما ینثر علی القوم مما یفعلہ الناس فی النکاح، ص 30/2

44 طحاوی، "**شرح معانی الآثار**"، کتاب السیر، باب الرجل یسلم فی دار الحرب وعندہ اکثر من اربع نسوۃ، ص 139/2

45 طحاوی، "**شرح معانی الآثار**"، کتاب السیر، باب الرجل یسلم فی دار الحرب وعندہ اکثر من اربع نسوۃ، ص 2/ 139

46 طحاوی، "**شرح معانی الآثار**"، کتاب السیر، باب الرجل یسلم فی دار الحرب وعندہ اکثر من اربع نسوۃ، ص 139/2

47 نفس المصدر ص 2/ 140

48 طحاوی، "**شرح معانی الآثار**"، کتاب النکاح، باب النکاح بغیر ولی عصبہ، ص2/ 7

؛ ترمذی، ''جامع ترمذی''، ابواب النکاح، باب ما جاء لا نکاح الا بولی، حدیث نمبر 1021 ص 163/2

؛ ابن ماجہ، "**السنن**"، کتاب النکاح، باب لانکاح الا بولی، حدیث نمبر 1869 ص 136

ابو داود، "**السنن**"، کتاب النکاح، باب فی الولی، حدیث نمبر 1784 ص 284/1

49 طحاوی، "**شرح معانی الآثار**"، کتاب النکاح، ص 2/ 7

50 طحاوی، "**شرح معانی الآثار**"، کتاب النکاح، ص 7/2

51 طحاوی، "**شرح معانی الآثار**"، کتاب النکاح، باب ما جاء لا نکاح الا بولی، ص 9/2

52 ایضاً

53 طحاوی، "**شرح معانی الآثار**"، کتاب الصوم، بَابُ صَوْمِ يَوْمِ عَرَفَةَ، ترمذی، ''جامع ترمذی''، کتاب الصوم، باب ما جاء فی کراہیۃ الصوم فی ایام التشریق، حدیث نمبر 704 ص 126/1

54 طحاوی، "**شرح معانی الآثار**"، کتاب الصوم، بَابُ صَوْمِ يَوْمِ عَرَفَةَ
؛مسلم، ''صحیح مسلم''، کتاب الصیام، استحباب صیام ثلاثۃ ایام من کل شھر، حدیث نمبر 1976 ص 385/1؛ احمد، "**مسند احمد**"، باقی مسند الانصار، حدیث ابی قتادہ الانصاری، حدیث نمبر 21492 ص 297/5

55 ابو داود، "**السنن**"، کتاب الصوم، باب ما جاء فی صوم یوم عرفۃ بعرفۃ، حدیث نمبر 2084 ص 338/1
؛ ابن ماجہ، "**السنن**"، کتاب الصیام، باب صیام یوم عرفۃ، حدیث نمبر 1722 ص 124:

56 البقرۃ: 197

57 طحاوی، "**شرح مشکل الآثار**" "بَابُ بَيَانِ مُشْكِلِ مَا رُوِيَ عَنْ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي صَوْمِ يَوْمِ عَرَفَةَ ص 51/3

58 طحاوی، "**شرح معانی الآثار**"، کتاب السیر، باب میراث المرتد لمن ھو، ص 146/2
:ترمذی، "**الجامع**"، الفرائض، باب ما جاء فی ابطال المیراث بین المسلم والکافر، ص 324/2
: ابن ماجہ، "**السنن**"، کتاب الفرائض، باب میراث اھل الاسلام من اھل الشرک، حدیث نمبر 2719 ص 200؛ بخاری، "**الجامع الصحیح**"، کتاب الحج، باب توریث دور مکۃ وبیعھا، حدیث نمبر 1485 ص 216/1

59 طحاوی، "**شرح معانی الآثار**"، کتاب السیر، باب میراث المرتد لمن ھو، ص 146/2